لغتِ القریش

ڈاکٹر مدد علی قادری سندھ یونیورسٹی۔

لغتِ قریش پر اظہارِ خیال سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زبان عربی کا مختصر سا جائزہ لیا جائے۔ عربی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اسکی نشو و نما نجد و حجاز میں ہوئی۔ تمام علمائے لغت کی تحقیق ہے کہ پہلا شخص جس نے عربی زبان میں بات کی وہ حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے تیسری صدی کے ایک بلند پایہ راوی اور عالم محمدؒ بن سلام جمحیؒ کا قول ہے :- اول من تکلم بالعربیہ ونسی لسان ابیہ اسمٰعیل علیہ السلام (سب سے پہلا انسان جس نے عربی زبان بولی اور اپنی پدری زبان کو بھلا دیا وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے)

(المزھر - ج ۱ ص ۳۲)

عربی زبان کو علمائے لغت نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱- قحطانیہ یا لغۃِ حمیر- یہ بنو قحطان کی زبان ہے اور اسکی پرورش یمن میں ہوئی

۲- عدنانیہ یا لغۃ مضر- یہ بنو عدنان اُردکی زبان ہے اور یہ نجد و حجاز میں پرورش پائی

(المزھر - ج ۱ ص ۳۱)

ان دونوں زبانوں کے الفاظ اور صرف و نحو میں کافی بڑا فرق ہے۔ یہاں تک کہ علمائے لغت کے ایک گروہ نے قحطانیہ یا لغتِ حمیر کو غیر عربی قرار دیا ہے۔ ابوعمرو بن

العلاء سے منقول ہے، وہ کہا کرتا تھا:۔ ما لسان حمیر بلسا ننا ولا لغتہم بلغتنا (حمیر کی زبان ہماری زبان نہیں ہے اور ان کا لہجہ ہمارا لہجہ نہیں ہے۔

(فقہ اللغتہ لوافی ص ۷۲)

اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ زید بن عبداللہ، بن دارم کسی حمیری بادشاہ کے پاس گیا وہ بادشاہ اس وقت ایک بڑے پہاڑ پر دربار لگائے ہوئے تھا۔ زید نے بادشاہ کو سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ بادشاہ نے اسے کہا ثِب (یعنی اجلس۔ بیٹھ جاؤ) لیکن اس شخص نے سمجھا کہ بادشاہ کا مطلب ہے کہ میں پہاڑ سے کود کر دکھاؤں۔ چنانچہ فوراً بادشاہ سے کہا۔ لتجدنی ایھا الملک مطواعا (اے بادشاہ آپ مجھے بڑا فرمانبردار پائیں گے) یہ کہکر وہ پہاڑ سے کود کر مر گیا۔ بادشاہ نے درباریوں سے دریافت کیا اسے کیا ہوا؟ درباریوں نے بتایا کہ وہ شخص لفظ ثب کا مفہوم غلط سمجھا۔ بادشاہ نے کہا اما انہ، لیست عندنا عربیتہ من دخل ھنا حمّر (ہمارے ہاں عربی تو بولی نہیں جاتی۔ پس جو شخص یہاں آئے اسے حمیری زبان سیکھنی چاہیئے)

(فقہ اللغتہ لوافی ص ۵)

لہٰذا خالص عربی نجد و حجاز کی ہی تسلیم کی جاتی ہے۔

عربی زبان کتنی قدیم ہے یہ ایک بڑا تحقیق طلب مسئلہ ہے جسکو علمائے لسانیات آج تک صحیح طور پر حل نہیں کر سکے۔ تاہم سہولت کے لحاظ سے عربی زبان کے دو نام رکھ دیئے ہیں۔

۱۔ عربیہ بائدہ (ناپید عربی)

۲۔ عربیہ باقیہ

شمال حجاز اور مدائن صالح میں عربی کے کچھ کتبات ملے ہیں۔ لیکن بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کتبات کی عربی موجودہ عربی سے مختلف ہے علمائے لغت نے ان نقوش و کتبات کی عربی کو عربیہٗ بائدہ کا نام دیا ہے۔ نقوش مندرجہ ذیل ہیں

(۱) النقوش اللحیانیہ - یہ نقوش لحیانی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان قبائل کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا۔ یہ نقوش ۲۰۰ قبل مسیح کے ہو سکتے ہیں۔

(۲) النقوش الثمودیہ - یہ نقوش قبائلِ ثمود سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا زمانہ ۳۰۰ سے ۴۰۰ صدی عیسوی ہو سکتا ہے۔

۳- النقوش الصفویہ - دمشق کے قریب خطۂ صفا میں یہ کتبات ملے ہیں ان کا زمانہ عیسوی سنہ کی تین صدیاں ہو سکتا ہے۔

۴- نقش النمارہ - دمشق کے قریب نمارہ میں یہ کتبہ ملا ہے۔ جس کا سن تین سو اٹھائیس عیسوی ہے۔

۵- نقش الزبلی - حلب کے مشرق میں زبد کے مقام پر ایک کتبہ ملا ہے جس کا سن ۵۱۲ عیسوی ہے۔

۶- نقش حوران - دمشق کے جنوب میں ایک کتبہ ملا ہے جس کا سنہ ۵۶۸ھ ہے

(فقہ اللغتہ - وافی ص ۹۴)

مندرجہ بالا نقوش اس زبان سے تعلق رکھتے ہیں جو اب سے کئی ہزار سال پہلے ختم ہو چکی ہے اسی کو عربیۂ بائدہ کہتے ہیں یعنی مردہ زبان - اور جو عربی زبان باقی رہی اسکو علمائے لغت عربیۂ باقیہ کہتے ہیں۔

عربیۂ باقیہ کتنی قدیم ہے؟ یہ ایک معمہ ہے۔ اس زبان کے آثار ہمیں عربوں کے جاہلیت کی دور کے عربی ادب میں ملتے ہیں۔ اور وہ شعرائے جاہلیہ کے اشعار حکمار اور خطبار کے خطبات ہیں۔ اس ادبی سرمایہ کو عہد اسلامی کے ابتدائی دور میں مدون کیا گیا اور ان کی تاریخ زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ عیسوی ہو سکتی ہے۔

کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ عربوں نے اس زمانہ میں کوئی آثار نہیں چھوڑے کیونکہ جہالت ان میں بہت زیادہ تھی۔ لیکن یہ رائے حقیقت کے برعکس ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دور جاہلیت میں قراءۃ و کتابت سے کئی لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ اشعار لکھ کر خانۂ کعبہ میں آویزاں کئے جاتے تھے۔ دور جاہلیت کے

مشہور شعراء کے اشعار معلقات، سبع کا قصہ نہایت مشہور ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی کاتب تھے جن میں حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت لوی بن کعب قابل ذکر ہیں۔ اور ان سب نے زمانۂ جاہلیت میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ قرآن حکیم میں خود اسکی طرف اشارہ ہے۔ ن والقلم وما یسطرون۔

بہر حال عربی نجد و حجاز کے مختلف قبیلوں میں مستعمل تھی۔ جغرافیائی حالات کا انسان کی زبان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اسی بنا پر ہر قبیلہ کا اپنا اپنا لہجہ مخصوص ہو گیا۔ کچھ قبیلوں پر ہند و ایران کا اثر، کچھ قبیلوں پر یمن کا اثر، کچھ قبیلوں پر آرمینوں کا اثر پڑا۔ چنانچہ ایک چیز کے لئے اگر ایک لہجہ میں کوئی ایک لفظ استعمال ہو رہا تھا تو دوسرے لہجہ میں اسی شئے کے لئے دوسرا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ازد قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ رسول اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ہاتھ سے چھری گر گئی تھی۔ آپؐ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا۔ ناد لنی السکین (چھری اٹھا دیجئے) حضرت ابو ہریرہؓ نے سکین کا لفظ پہلی دفعہ سنا تھا۔ یہ لفظ سنکر مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے کبھی داہنی طرف دیکھتے اور کبھی بائیں طرف۔ رسول اکرمؐ نے دوبارہ آپ سے فرمایا۔ "ناد لنی السکین" آپ پھر بھی ادھر ادھر دیکھنے لگے اور مطلب نہ سمجھ سکے۔ کچھ وقفہ بعد رسول کریم سے فرمایا۔ المدیۃ تریل (کیا آپ کی مراد چھری سے ہے) اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جی ہاں حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ سکین کا لفظ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔

(فقہ اللغۃ ص ۱۲۲)

اختلافِ لغات العرب

مختلف قبائل کے لہجہ اس طرح مختلف تھے۔ اور یہ اختلاف کئی اعتبار

سے تھا۔

۱۔ حرکات میں اختلاف :۔ نَسْتَعِیْنُ اس لفظ کے نون کو کچھ قبیلے زیر سے پڑھتے ہیں اور کچھ قبیلے زبر سے۔ معکم کو کچھ قبیلے مَعَکُمْ اور کچھ مَعْکُمْ کہتے ہیں۔ اولٰئک کو کچھ قبیلے اولیٰک اور کچھ الالک کہتے ہیں۔ مستھزون کو کچھ قبیلے مُسْتھزُون اور کسی قبیلے میں مُسْتَھزِؤن پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ تقدیم وتاخیر کا فرق۔ کچھ الفاظ کے حرفوں میں کوئی قبیلہ تقدیم کرتا ہے تو کوئی تاخیر مثلاً صاعقۃ کو صاقعۃ۔ المبرد کا قول ہے کہ اہل حجاز صاعقہ کہتے ہیں اور بنو تمیم اسے صاقعہ کہتے ہیں۔ کہیں حرفِ صحیح کو معتل کرتے ہیں مثلاً اما کو کچھ قبیلے ایما بولتے ہیں۔ کچھ قبیلے کہتے ہیں اشترِ والضلالۃ اور کچھ اشترُ الضلالۃ پڑھتے ہیں۔

۳۔ تذکیروتانیث کا فرق :۔ کچھ قبیلے کہتے ہیں ھٰذِہِ البقرۃ اور کچھ ھٰذا البقرُ یہاں تک کہ قرآن مجید میں تذکیر آیا ہے۔ ان البقر تشابہ علینا (البقرۃ ۲/۷۰)

۴۔ اعراب کا اختلاف :۔ تمیمی کہتے ہیں ما زید قائمٌ اور دوسرے قبیلے کہتے ہیں ما زیدٌ قائماً یعنی تمیمی ما کا عمل لیس جیسا نہیں بلتے۔ اسی طرح بنو حارث بن کعب کی لغت میں ہے اِن ھذان اور دوسرے تمام قبیلے کہتے ہیں اِن ھذَھنِ قواعد کے لحاظ سے اِنّ ھذَینِ ہونا چاہیئے قرآن حکیم میں بھی ایک جگہ آیا ہے۔ اِن ھذان لساحرانِ۔

(طٰہٰ ۲۰/۶۳)

غرضکہ نجد وحجاز میں بیک وقت بہت سے لہجے تھے جن میں قریش کنانۃ۔ اسد، ھذیل، ضبۃ، معبد اور ثقیف نمایاں تھے۔

(الصاحبی ص۔ ۲۸)

لابن فارس

طلوع اسلام سے پہلے ہی قدرت نے قریش کے لہجہ کو دیگر تمام لہجوں پر فوقیت دی تھی اور اس کے کئی وجوہات تھے۔

قریش مکہ معظمہ اور اس کے اطراف میں رہتے تھے۔ مکہ کو ہر اعتبار سے مرکزیت حاصل تھی مکہ خانہ کعبہ تھا جس کے متولی بھی قریش تھے۔ اسلام سے پہلے بھی عرب حج کیا کرتے تھے اور خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے باعث قریش کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اور سب قبیلے اپنے جھگڑے بھی انہی سے فیصل کرایا کرتے تھے۔ اقتصادیات وتجارت بھی زیادہ تر قریش کے ہی ہاتھ میں تھی اس طرح قریش کو سیاسی اقتصادی اور مذہبی اقتدار حاصل تھا۔ اور جبکو اتنی برتری حاصل ہو اسی کی زبان کو رائج ہونے کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ (فقہ اللغتہ لوافی - ص ۱۱۰)

چنانچہ اسلام سے پہلے ہی قریش کے لہجہ کو تمام لہجوں پر برتری حاصل تھی اور اسی کا سکہ چلتا تھا۔

ہاں قریش کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ جب بھی کسی قبیلہ کا کوئی لفظ، محاورہ یا ضرب المثل سنتے اور پسند کرتے تھے تو اسے اپنا لیتے تھے۔ اسمٰعیل بن ابی عبیدہ کا قول ہے۔

وكانت قريش مع فصاحتها وحسن لغاتها
ورقة ألسنتها إذا أتتهم الوفود من العرب
تخيروا من كلامهم وأشعارهم أحسن لغاتهم
وأصفى كلامهم، فصاروا بذلك أفصح العرب
ألا ترى أنك لا تجد في كلامهم عنعنة تميم، ولا
عجرفية قيس، ولا كشكشة أسد، ولا كسكسة ربيعة
ولا الكسر الذي تسمعه من أسد وقيس۔

ترجمہ - قریش اپنی فصاحت، عمدہ لغت، رقیق لسانی کے باوجود اپنے پاس آئے ہوئے عرب قبیلوں کے کلام اور اشعار میں سے اچھے محاورے اور پختہ کلام منتخب

کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سب عربوں میں فصیح بن گئے۔ ان کے کلام میں نہ تو تمیم کا عنعنہ ہے نہ قیس کی عجرفیہ نہ اسد کا کشکشہ نہ ربیع کا کسکسہ اور نہ اسد قیس کی زیر۔

عنعنہ۔ تمیمی ہمزہ کو عین سے بدل دیتے ہیں۔ مثلاً

اسمعت أنّ کی بجائے کہیں گے سمعت عنّ

کشکشہ بنو اسد کاف کو یا شین میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یا کاف کے بعد شین بڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً علیك کی بجائے علیش یا علیکش کہتے ہیں

کسکسہ۔ بنو ربیعہ کاف کو یا سین سے بدل دیتے ہیں یا کاف کے بعد سین بڑھا دیتے ہیں مثلاً علیک کی بجائے علیس یا علیکس کہتے ہیں۔

(الصاحبی۔ ص ۵۱-۵۲)

یہ سب مذموم لغات کہلاتی ہیں اور لغات کی ان تمام قباحتوں سے اللہ نے قریش لہجہ کو پاک رکھا۔ اور اس زبان لسانٌ عربیٌ مبین کے نام سے پکارا اور اپنی آخری کتاب اپنے آخری نبی صلعم پر اسی زبان میں نازل فرمائی۔

قرآن شریف کی زبان بھی بحیثیت علم کے معجزہ ہے۔ عرب کے تمام ادیبوں اور علما کو جب یہ کھلا چیلنج دیا گیا کہ سورۂ کوثر کی طرح صرف ایک آیت ہی پیش کر دیں تو باوجود دماغی کوشش اور ذہنی کاوش کے ان ادیبوں کو یہ کہنا پڑا۔

لیس ھذا کلام البشر

اور اس طرح قرآن حکیم نے اپنی زبان دانی کا لوہا منوا لیا۔